

مولانا عبدالقیوم حقانی

کیا عورت رکن پارلیمنٹ بن سکتی ہے؟

وزیر اعظم نواز شریف نے اپنی پہلی نشری تقریر میں قومی اسمبلی میں عورتوں کے لیے پھرے نشستیں مخصوص کرنے کا عندیہ دیا تو پوسے ملک میں اس کی حمایت اور مخالفت میں مفکرین، دانشوروں اور قومی قیادت کی آراء پریس میں چھپنے اور قوم کے سامنے آنے لگیں۔ دینی اور اسلامی نقطہ نظر سے لوگوں کا تجسس بڑھا، بعض مذہبی جماعتوں کی طرف سے سکوت اور بعض نے حمایت کا اعلان بھی کر دیا۔ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے وزیر اعظم کی تقریر کے دوسرے روز کھل کر اپنے اس موقف کا اظہار کیا کہ امام الانبیاء حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مقدسہ میں عورت مجلس قانون سازی کی رکن نہیں بن سکتی، اس لیے ہم ہر اس اقدام کی پُر زور مخالفت اور بھرپور مذمت کریں گے جو خدا و رسول سے بغاوت پر مبنی ہو۔ عورتوں کو مجلس شوریٰ پاکستان میں پھر سے مخصوص نشستوں سے نوازنا اسی قبیل سے ہے لہذا حکومت کا یہ اقدام ہر لحاظ سے مذموم اور قابل نفرت ہے۔

آج کی نشست میں ہم دینی اور شرعی نقطہ نگاہ سے اس امر کا اجمالی جائزہ پیش کرتے ہیں کہ عورتوں کو مجلس قانون سازی میں شریک کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ اور قومی و ملی، سیاسی اور دینی اعتبار سے اس کے مضرات کیا ہیں؟

ہم بحث کے آغاز میں یہ بات واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کے لیے قرآن و حدیث اور اسلامی حکام کے بجائے اصل معیار حق صرف دنیا کی غالب قوموں کا طرز عمل اور مغربی طرز فکر ہے جنہوں نے ہر حال میں لادین مغربی جمہوریت، انبوہ کشیر اور مادیت ہی کی راہ چلتا ہے یا مادر پدر آزاد سیاست سے اپنے مفادات کا تحفظ حاصل کرنا ہے انہیں اس بات کا حق حاصل نہیں کہ وہ اسلام کو بھی اپنے ساتھ ضرور لے کر چلیں، مگر اتنی اخلاقی جرات کا مظاہرہ انہیں ضرور کرنا چاہیے کہ وہ اپنے مغربی مقتدار کا کھل کر نام لیں اور بلا وجہ دین اسلام کی طرف وہ باتیں منسوب نہ کریں جن سے خدا کی کتاب، رسول کی سنت اور قرون مشہود لہذا باخیر کی تاریخ صاف صاف نکار کرتی ہیں۔ ہمیں اس کا اعتراف ہے کہ عہد صحابہ میں خواتین بھی قانونی مسائل میں بحث کرتی تھیں، ان کی گفتگو اور اظہار رائے سے استفادہ کیا جاتا تھا، متعلقہ مباحث میں ان کے استنباط اور روایات کا اعتبار بھی کیا جاتا تھا۔

المخت

۷

کیا عورت رکن پارلیمنٹ بن سکتی ہے؟

لیکن بعض اوقات خود بخود اُن سے رائے لیتے، استفسار کرتے اور ان کی مشاورت اور رائے کا لحاظ کرتے تھے۔
موجودہ دور کے خود ساختہ مجتہدین، مجوزین اور نام نہاد مفکرین اسی کو مستدل بنا کر سامعین و قارئین کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں کہ آج قرآن و حدیث، سیرت رسول اور اسلامی اصولوں کا نام لے کر اس قسم کی مجالس، قومی اسمبلی اور سینٹ میں عورتوں کی شرکت کو کیسے غلط کہا جاتا ہے؟ لہذا سب سے پہلے خالی الذہن، ہو کر ہم موجودہ بالاس قانون ساز، قومی اسمبلی اور سینٹ وغیرہ کی صحیح نوعیت، دائرہ کار و اختیار پر بھی غور کر لیں جن میں عورتوں کے لیے سیٹیں مخصوص کرنے کے استحقاق پر ہم نے گفتگو کرنی ہے۔

جہاں تک پارلیمنٹ، مجلس شوریٰ یا قومی اسمبلی اور سینٹ یا مروجہ مجالس قانون ساز کی ہیئت، طریق کار و کارکردگی کی نوعیت ہے تو سب جانتے ہیں کہ ان کا کام محض قانون سازی کرنا نہیں ہے بلکہ عملاً ان کا کام وری ملکی سیاست کو کنٹرول کرنا، وزیر اعظم کے انتخاب سے لیکر قومی و ملکی پالیسی، دفاع، تعلیم، صنعت، تعمیر اور ملکی نظم و نسق اور مالیات و معاشیات تک کے معاملات طے کرنا ہے، انہی کے ہاتھ میں داخلہ و خارجہ پالیسی اور صلح و جنگ کی تمام کارروائی ہے۔

اگر قدرے فکرو تامل سے کام لیا جائے تو دنیا بھر بالخصوص پاکستان کے طرز حکومت پارلیمانی اور مروجہ نظام سیاست میں پارلیمنٹ کا مقام محض ایک مجلس قانون ساز، محض ایک مجلس مشاورت یا ایک مفتی اور فقیہ کا کام نہیں ہے بلکہ سے پورے ملکی نظام پر تسلط اور قوت قائم اور قوام حاصل ہے۔ قرآن کریم نے یہ منصب اور یہ مقام صرف مردوں کو دیا ہے، ارشادِ ربانی ہے:-

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ فَالصُّلْحَاتُ فَبَيْنَهُنَّ حِفْظٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ

(النساء ۳۴)

مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں سو جو عورتیں نیک ہیں اطاعت کرتی ہیں مرد کی عدم موجودگی میں بحفاظت اپنی نگہداشت کرتی ہیں۔

قرآن کریم نے صاف اور صریح لفظوں میں قَوَّامِیَّت کا انتظام صرف مردوں کو دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ عورتوں کی بنیادی ذمہ داری اور خصوصیت کی نشاندہی بھی کر دی ہے۔ ایک یہ کہ وہ اطاعت شعار ہوں، دوسرے یہ کہ وہ مردوں کی غیر موجودگی میں ان چیزوں کی حفاظت کریں جن کی حفاظت اللہ تعالیٰ کرنا چاہتا ہے۔

عورتوں کے بارے میں اسلام کا اصول یہ ہے کہ عورت اور مرد عزت و احترام، اخلاقی معیار اور آخرت میں اجر و ثواب کے لحاظ سے برابر ہیں، مگر قدرت نے فطری تخلیق کے اعتبار سے دونوں کا دائرہ عمل علیحدہ علیحدہ رکھا ہے

سیاست نظم مملکت، فوجی خدمت اور اس طرح کے وہ تمام کام جو مرد کے دائرہ عمل سے تعلق رکھتے ہیں اس دائرہ میں عورت کو گھسیٹ کر لانا خانگی زندگی کو تباہ کرنے اور عورتوں پر ان کی حیثیت سے زیادہ بوجھ ڈالنے کے مترادف ہے۔ جس چیز سے یورپ خود بیزار ہو چکا ہے، ہمیں آنکھیں بند کر کے اس کی حماقتوں کی نقل اتارنا ہرگز عقلمندی نہیں ہے۔

ہمیں اس بات کا بھی اعتراف ہے کہ جنگ کے موقعوں پر عورتوں سے مرہم پٹی کا کام لیا گیا ہے، مگر کیا اس پر قیاس مع الفارق کرتے ہوئے امن کی حالت میں عورتوں کو دفاتروں، کارخانوں، کلبوں اور پارلیمنٹوں میں لاکھڑا کرنے کے جواز کا کوئی فتویٰ دیا جاسکتا ہے؟

یہ فطرت ہی نہیں کہ عورتیں مردوں کے دائرہ کار میں آکر مردوں کے مقابلے میں کامیاب ہو سکیں، وہ ان کاموں کے لیے بنائی ہی نہیں گئیں جو کام مرد کے حوالے کیے گئے ہیں، ان کاموں کے لیے جن اخلاقی، ذہنی اور عملی اور قوی اعضاء اور مختلف اوصاف کی ضرورت ہوتی ہے وہ مرد میں پیدا کیے گئے ہیں۔

بعض لوگوں نے اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ کا مصداق زوجین کی خانگی معاشرت قرار دی ہے حالانکہ آیت مطلق ہے اور اس میں فی البیوت کی کوئی قید نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ حکم خانگی معاشرت تک محدود ہے تو پھر بھی ہمیں دریافت کرنے کا حق حاصل ہے کہ عورت کو اللہ تعالیٰ نے جب اپنے گھر میں قوام نہیں بنایا بلکہ آیت میں اسے قنوت (فرمانبرداری و اطاعت شعاری) کے مقام پر رکھا گیا ہے تو اسے قنوت کے درجہ سعادت سے اٹھا کر ایک ملک کے تمام گھروں اور مملکت کے نظام پر قوامیت کے منصب پر کیونکر بٹھایا جاسکتا ہے حالانکہ گھر کے اقتدار و حاکمیت سے مملکت کا اقتدار اور حاکمیت زیادہ بڑی اور اونچے درجہ کی ذمہ داری ہے۔ قرآن کریم کے اس واضح اعلان کے بعد سمجھیں نہیں آتا کہ ہمارے نادان دوست سیاست اور ملک داری کو کیسے عورت کے دائرہ کار میں لانے پڑھیں۔

اللہ تعالیٰ نے عورت کے دائرہ عمل کا تعین کرتے ہوئے ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ۔

اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ ٹھہری رہو اور پہلی جاہلیت کے سے تبرج (سنو کرنا زوادا کے ساتھ نکلنے) کا ارتکاب نہ کرو۔

(احزاب ۳۳)

یہ حکم سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو دیا گیا تھا حالانکہ وہ اللہ ہی کی منتخب کردہ پاکیزہ خواتین تھیں اور ظاہر ہے کہ نبیؐ کے گھر کی خواتین میں ہرگز کوئی ایسا عیب اور نقص نہیں تھا جس کی وجہ سے انہیں بیرون خانہ کی ذمہ داریوں کے لیے نااہل قرار دیا جاتا، اور نہ یہ کوئی ایسی حقیقت ہے کہ دوسری خواتین کو

سیاست و ملک داری کے لحاظ سے ان پر کوئی فوقیت حاصل تھی۔ اور نہ یہ مفروضہ قابل اعتناء ہے کہ یہ حکم اہل بیت نبوت کے ساتھ خاص تھا اور دوسری تمام مسلمان خواتین کو تبرج جاہلیت کی اجازت تھی۔

عورت کا دائرہ عمل کیا ہونا چاہیے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ملاحظہ فرمائیے؟
وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ وَ
(ہی مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ) (ابوداؤد)
اور وہ ان کے بارے میں جوابدہ ہے۔

قرآنی آیات اور احادیث نبوی کی واضح نصوص کے بعد بھی اگر کوئی شخص اپنی ضد پر اڑا ہوا ہے اور اسلامی تعلیمات اور صریح احکام کا انکار کرتا ہے تو ہمیں اس کے ایمان میں شک ہے۔ اُسے اولاً اپنا اسلام ثابت کرنا ہوگا۔ یہ بحث تو دوسرے درجے پر آتی ہے کہ آیا ایسے شخص کو ایک اسلامی ریاست کے لیے دستور بنانے کا جواز تسلیم کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ حالانکہ وہ اپنے اقوال اور انکار سے اسلام کی سرحد کو پاٹنے کی تیاری کر بیٹھا ہے۔

دوسرا یہ کہ جنہیں بھی خدا و رسول کی تعلیمات اور احکام سے قدسے آگاہی حاصل ہے وہ جانتے ہیں کہ اسلام نے اصولی طور پر مخلوط سوسائٹی کو مسترد اور ممنوع قرار دیا ہے۔ خاندان کے استحکام کو اہمیت تب ہی دی جاسکتی ہے جب عورتوں اور مردوں کی مخلوط سوسائٹی ختم کر دی جائے مخلوط نظام تعلیم، مخلوط نظام ریاست کے بدترین نتائج مغربی ممالک میں ظاہر ہو چکے ہیں۔ اگر ہمارے ملک کے ارباب بست و کشاد خوفِ خدا اور فکرِ آخرت کو بالائے طاق رکھ کر مغرب کی مخلوط سوسائٹی کے بدترین نتائج کو اسلامیانِ پاکستان پر بھگتنا چاہتے ہیں اور عوام پُچھ سادھ کر آنکھیں بند کر کے بھگتنا چاہتے ہیں تو بڑی خوشی سے یہ شوق پورا کریں مگر اس حرکت کی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی کہ اسلام میں مخلوط سوسائٹی کے جواز کی زبردستی گنجائش نکال دی جائے جس سے شدت سے اس نے منع کیا ہے۔

بعض حضرات مسلم و غیر مسلم چند گنتی کی حکمران یا سیاست دان خواتین کا نام لے کر سادہ لوح مسلمانوں کو ورغلا کر کی کوشش کرتے ہیں مگر دیکھنا تو یہ چاہیے کہ جہاں لاکھوں کارکنوں کی ضرورت ہو تو کیا وہاں تمام خواتین موزوں ہو سکیں گی؟

مخلوط نظام تعلیم اور مخلوط نظام سیاست کے بدترین مہلک نتائج مغربی ترقی یافتہ ممالک میں اس حد تک سامنے آچکے ہیں کہ اب صرف عقل کے اندھے، بصیرت سے محروم اور بھارت سے کورے ہی ان کا انکار کر سکتے ہیں۔

نظام سیاست اور ریاست کے قوام کے تمام اختیارات قرآن حکیم نے صریح الفاظ میں صرف مردوں کو دیے ہیں اور دنیا کا کوئی قانون، کوئی مجتہد اور فقیہ، کوئی عدالت اور اخباری اور کوئی وزیرِ اعظم یا پارلیمنٹ اس میں مداخلت یا ترمیم و اضافہ نہیں کر سکتی۔ بلکہ قرآن و حدیث کے نصوص اس باب میں قطعی اور محکم ہیں کہ

کیا عزت رکن پارلیمنٹ بن سکتی ہے ؟

نظام سیاست اور نظام ریاست میں ذمہ داری کے مناسب صدارت و وزارت، مجالس قانون ساز یا مجلس شوریٰ کی رکنیت اور مختلف محکموں کی ادارت یا کسی سیاسی پارٹی کی قیادت عورتوں کے سپرد کرنا ممنوع اور شرعاً مجرم ہے۔ لہذا کسی بھی اسلامی ریاست اور اسلامی مملکت کے دستور میں عورتوں کو مذکورہ عہدے، مناصب یا ذمہ داریاں دینا اور اس کے لیے قانونی گنجائشیں بنانا نصوحن صریحہ اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ جو مملکت بھی اسلام کے اساسی نظریہ پر قائم ہوئی ہو اور خدا کی اطاعت اور رسول کی فرمانبرداری کی پابندیاں قبول کرنے پر رضامند ہو تو وہ ایسی کسی بھی خلاف ورزی کی شرعاً مجاز نہیں ہے۔

یہ علیحدہ بات ہے کہ چند سر بھرے قرآن کا نام لے کر قرآن کے خلاف قوانین بنانے کی حمایت کرنے اور ہڈیاں بکنے لگیں۔ جہاں تک حقیقت واقعہ کا تعلق ہے تو پوری اسلامی تاریخ عہد رسالت اور عہد صحابہؓ سے لے کر اس صدی تک اس غلبہ تصور سے نا آشنا رہی ہے کہ مرد وزن حکومت و اقتدار اور ملکی نظام سیاست کے تمام کار میں برابر کا کام کر سکتے ہیں۔ یہ تختل سیدھا یورپ سے چل کر ہمارے ہاں درآمد ہوا ہے اور اس کے درآمد کرنے والوں نے کبھی عقل و بصیرت سے کام لے کر اور آنکھیں کھول کر یہ دیکھنے کی رحمت گوارا نہ کی کہ یورپ میں اس اختلاط مرد وزن کا پس منظر کیا ہے اور وہاں اس کے کتنے بُرے نتائج رونما ہوتے ہیں۔

ہمیں حیرت ہے کہ پاکستان میں عورتوں کی سیاست جس بری طرح ناکام رہی اس کا نقض تو یہ ہے کہ آئندہ یہ مطالبہ زبان پر بھی نہیں لانا چاہیے، مگر کون سمجھائے یہاں تو نہ ہر قاتل کو آپ جیات کہنے والے کے بھی حامی پیدا ہو جاتے ہیں۔

آخر میں اپنے ملک کے ارباب اختیار اور ملک کے ان تمام سیاست کار حضرات جو دل میں ادنیٰ اسی بھی لیاں کی رقی باقی رکھتے ہیں، سے درد مندی سے یہ گزارش کرنی ہے کہ جناب! جب اسلامی حکومت بھی اختلاط مرد وزن، مخلوط نظام تعلیم، مخلوط پارلیمنٹ، مخلوط نظام سیاست میں یا کھیلوں کی نمائشوں، ٹوراموں، رقص و سرود اور مقابلہ حسن وغیرہ میں مسلمان عورتوں کو لائے یا ایئر ہوٹلس بنا کر مسافروں کے دل موہنے کی خدمت ان سے لے تو مجھے یہ دریافت کرنے کا حق حاصل ہے کہ پھر اسلامی حکومت کے قیام، اسلامی ریاست کی تشکیل اور نظام شریعت کی تحریک و نقاد کی ضرورت ہی کیا ہے؟ یہ سارے کام تو کفر اور کفار اور اغیار کی حکومتوں میں آسانی ہو سکتے ہیں بلکہ زیادہ آزادی کے ساتھ ہو رہے ہیں۔